سلسلۂ تقاریر الٓـحٓم

سورۃ زخرف

مقرر : ڈاکٹر اسرار احمد

السلام علیکم! نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ ۚ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۙ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۚ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ۚ آمنت باللہ صدق اللہ العظیم

سلسلۂ حوامیم کی تیسری سورۃ، سورۃ شوریٰ ہے۔ لیکن اس کے آغاز میں حٰمٓ کے علاوہ تین حروف مقطعات اور آئے ہیں۔ عٓسٓقٓ۔ گویا کہ یہ ان سورتوں میں شامل ہے جن کا آغاز پانچ حروف مقطعات سے ہوا ہے۔ لہٰذا اس پر گفتگو بعد میں ہوگی۔ اس کے بعد آتی ہے سورۃ زخرف۔ نواسی آیات پر مشتمل اور سات رکوعوں میں منقسم ہے۔ اس سورہ مبارکہ کا آغاز ہوتا ہے۔

حٰمٓ ۚ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۙ

"قسم ہے اس کتاب کی جو بالکل روشن ہے اور واضح ہے" اس آیۂ مبارکہ اور اس کے بعد کی دو آیات میں قرآن مجید کے بارے میں پانچ اہم حقائق سامنے آتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ قرآن مجید کی قسم کھانے سے اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ نبوت محمدی کا اصل ثبوت قرآن مجید ہے۔ یا یوں کہیے کہ نبی اکرمؐ کا اصل معجزہ اور سب سے بڑا معجزہ، وہ معجزہ کہ جسے تحدی کے ساتھ چیلنج

کے انداز میں پیش کیا گیا، وہ قرآن حکیم ہے - دوسری بات فرمائی گئی کہ یہ کتاب "المبین" ہے یعنی روشن ہے اور واضح ہے - یہ گویا کہ وہی بات ہے جو سُورہ حٰمٓ السجدۃ میں 'فُصِّلَتْ' کے لفظ سے تعبیر کی گئی - یعنی یہ کتاب مفصل روشن اور واضح ہے - پھر فرمایا :

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

ہم نے اسے قرآن عربی بنا کر نازل کیا" جیسا کہ گذشتہ گفتگو میں عرض کیا جا چکا ہے - درحقیقت یہ اتمام حجت ہے اہل عرب پر جو حضورؐ کے اوّلین مخاطب تھے کہ ان کے اور قرآن کے مابین اجنبیت کا کوئی پردہ حائل نہیں ہے - اگر قرآن کسی اور زبان میں اترتا تو ان کے پاس ایک عذر موجود ہوتا وہ یہ کہ عرب والوں کے لئے دوسری کسی زبان میں ہدایت کیسے مفید مطلب ہو سکتی ہے جیسا کہ سورہ مومن میں آیا تھا - جس کا بیان ہو چکا ہے : ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ چنانچہ ہم نے قطع عذر کے لئے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا - تیسری عظیم حقیقت جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ یہ قرآن مجید اس دنیا میں دو صورتوں میں ہے ایک مصحف کی شکل میں، اوراق میں لکھا ہوا - اور دوسرے حفّاظ کے سینوں میں - لیکن انہی دو پر اکتفا نہیں - چنانچہ فرمایا :

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝

یہ ہمارے پاس اُم الکتاب کے اندر محفوظ موجود ہے - اسی کی طرف اشارہ ہے سورہ بُروج میں، وہاں فرمایا گیا -

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

یہ قرآن جو دُنیا میں اوراق میں لکھا ہوا ہے، حفاظ کے سینوں میں ہے یہی قرآن اللہ کے پاس لوحِ محفوظ میں ام الکتاب میں مندرج ہے اور محفوظ و موجود ہے - چوتھی چیز یہ کہ اس کتاب کی شان "لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ" ہے

یعنی یہ بلند و برتر کلام بھی ہے اور حکمت سے پُر اور کمالِ حکمت والا ہے -
پانچویں حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن "الذکر" ہے - ذکر اور ذکریٰ یہ لفظ
اس سے پہلے کئی مرتبہ آچکا ہے - جس کے اصل معنی یاد دہانی کے ہیں -
سورۂ صٓ میں فرمایا تھا:

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ؕ

قرآن یا الذکر یا ذکریٰ کو نازل فرمانا اللہ نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت
اپنے ذمہ لیا ہوا ہے تاکہ انسانوں پر اتمام حجّت ہو جائے - وہ یہ نہ کہہ سکیں
کہ ہمارے پاس کوئی ہدایت آئی نہیں تھی - یہاں یہ فرمایا کہ اگر کچھ لوگ
روگردانی پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اگر انکار پر تلے ہوتے ہیں تو اس سے
ہمارا وہ فیصلہ بدلا نہیں جا سکتا -

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا
مُّسْرِفِيْنَ ؕ (آیت ۵)

کیا صرف اس وجہ سے کہ تم ایک حد سے گزر جانے والی قوم ہو ہم ناراض
ہو کر اس ذکر کا رخ تمہاری جانب سے کسی دوسری جانب پھیر دیتے ؟ اس
ذکر کو نازل نہ فرماتے !

اس طرح ان پانچ آیات میں قرآن حکیم کا بڑا ہی پر جلال اور پُر عظمت
بیان آیا ہے - اسی ضمن میں اس سورہ مبارکہ میں ایک اور آیت وارد ہوئی
یہ کہ :

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ
عَظِيْمٍ ؕ (آیت ۳۱)

" یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن نازل کرنا ہی تھا تو اللہ تعالےٰ دو
بڑے شہروں میں سے کسی بڑے انسان کو اس کے لئے منتخب کرتا - "عرب
کے علاقے حجاز میں مکہ اور طائف یہ دو بڑے شہر تھے اور یہاں بڑے بڑے رؤسا

موجود تھے - اس لئے کہ ان کا پیشہ تجارت تھا اور خانۂ کعبہ کی وجہ سے ان کو عرب میں مرکزیت حاصل تھی اس کی وجہ سے ان کے جو تجارتی کارواں ہوتے تھے، ان کو ایک حفاظت حاصل تھی جو کسی اور کو حاصل نہ ہو سکتی تھی لہذا ان کی تجارت خوب چمکی ہوئی تھی - ان کے پاس دولت کے انبار جمع تھے - ان میں سے ولید بن مغیرہ جیسے شخص بھی تھے جن کے پاس بڑے بڑے محلات تھے مکہ میں بھی اور طائف میں بھی اور زر و جواہر کے ڈھیر جن کے گھروں میں موجود تھے، تو کہنے والوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رسول بنا کر کیسے بھیجے گئے جبکہ یہ تو ایک یتیم انسان ہیں - ان کے پاس دنیوی اعتبار سے کوئی حیثیت و وجاہت نہیں ہے - مال و دولت بھی ان کے پاس نہیں ہے - آخر ان کو اس قرآن کے نزول کے لئے کیوں منتخب کیا گیا - قریش کے مکّہ اور طائف میں یہ بڑے بڑے چودھری، بڑے بڑے سرمایہ دار اور بڑے بڑے سردار جو ہیں ان میں سے کسی کو کیوں نہ چن لیا گیا - یہ لوگوں کے سوچنے کے انداز جو بھی ہیں ان کی ذہنی سطح جو بھی ہے اسی کے اعتبار سے انہوں نے یہ بات کہی جو اباً ارشاد ہوا -

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ (۳۲)

"کیا اب میرے رب کی رحمت کو بھی یہ لوگ تقسیم کریں گے - یہ فیصلہ کریں گے — " یہ وہی بات ہے - جو سورۂ انعام میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے کہ :

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۚ (۱۲۴)

" اللہ کو خوب معلوم ہے کہ کون رسالت کا اہل ہے" - رسالت اور نبوت دولت مندوں کو ملے ! یہ اللہ کا کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے - اللہ چاہے تو دنیوی اور اخروی دونوں نعمتیں کسی ایک کے پاس جمع کر دے - حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کا معاملہ ایسا ہی تھا لیکن یہ کہ رسالت کے لئے جن صلاحیتوں کی

ضرورت ہے جن استعدادات کی ضرورت ہے اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس میں ہیں۔ اور اللہ کے علم کامل اور علم قدیم میں جو بات ہے اس کا مظہر اتم ہیں، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آیت نمبر ۴۳ میں آنحضورؐ کو تلقین ہوئی کہ آپؐ انکی باتوں سے بددل نہ ہوں اور انکے ان بے سروپا اعتراضات کی وجہ سے آپؐ ملول وغمگین نہ ہوں۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

آپؐ مضبوطی سے تھامے رکھیئے! تمسک کہتے ہیں کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑ لینا۔ لہٰذا آں حضورؐ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے ہمارے رسول آپؐ مضبوطی سے تھام لیجئے اُس چیز کو کہ جو آپؐ پر وحی کی گئی ہے یعنی قرآن حکیم، اللہ کا یہ کلام۔ یہی درحقیقت آپؐ کی دعوت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور خود آپؐ کے صبر و ثبات کیلئے سب سے بڑی بنیاد ہے۔ یہی سیدھی اور سچی سے مبرا فوز و فلاح کی راہ ہے

اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

آپؐ یقیناً سیدھی راہ پر ہیں۔ ان لوگوں کے پروپیگنڈے کے طوفان آپؐ کو خدا نخواستہ کہیں بددل نہ کر دیں۔ پورے یقین کے ساتھ، پورے اعتماد کے ساتھ ڈٹے رہیئے۔ اپنے فرضِ منصبی کو ادا کرنے پر اور قرآن مجید کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھیئے۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ○ (۴۴)

یہ آپؐ کے لئے اور آپؐ کی قوم کے لئے یاددہانی ہے جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی، اور جلد ہی تم سب لوگوں سے بازپرس ہوگی اور تم سب کو جوابدہی کرنی ہوگی۔ اختتام پر یہ آیت آئی:

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○ (آیت ۸۸)

"اور قسم ہے اس رسول کے اس قول کی (صلی اللہ علیہ وسلم)" یہاں حضورؐ

کی فریاد نقل ہو رہی ہے کہ "اے میرے رب، اے میرے پروردگار! میری یہ قوم تو ایمان لا کر نہیں دے رہی ہے یہ تو ماننے والے معلوم نہیں ہوتے" ایک طرح کی مایوسی کا سا عنصر آنحضورؐ کی اس فریاد میں جھلکتا ہے لیکن اس کا جو مقام اور مرتبہ اللہ کے نزدیک ہے وہ اس سے سامنے آتا ہے کہ اللہ نے آپؐ کے اس قول کی قسم کھائی ہے کہ وَقِيلِهٖ - پھر آپؐ کی فریاد کا ذکر فرمایا ہے کہ:

يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

لیکن جواب میں جو ہدایت آپؐ کو دی گئی - جو تلقین آپؐ کو فرمائی گئی وہ وہی ہے جو قرآن مجید میں بار بار نقل ہوئی ہے -

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ

"اے نبیؐ! آپؐ ان سے ذرا اپنا رُخ پھیر لیجئے - چشم پوشی سے کام لیجئے، درگزر کیجئے"

وَقُلْ سَلٰمٌ

اور سلام کہہ کر ان سے علیحدگی اختیار کر لیجئے -

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (آیت ۸۹)

وہ وقت زیادہ دُور نہیں ہے جب کہ یہ جان لیں گے کہ حقیقت کیا تھی جب کہ حقائق منکشف ہو جائیں گے - اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ آپؐ کی دعوت کو ردّ کرنے کے نتائج کتنے ہولناک اور دردناک ہیں:

بارك الله لى ولكم فى القرآن العظيم
ونفعنى و اياكم بالآيات والذكر الحكيم